رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سیّد الانام ﷺ

۱۲۹۶ھ

(سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

ومن اللہ توفیق الصدق و الصواب ولاحول قوۃ الّا باللہ العزیز الوھاب، اللھم صل وسلم و بارك علی السراج المنیر الشارق والقمر الزاھر البارق وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اللہ تعالٰی کی طرف سے ہی سچائی اور درستگی کی توفیق ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر عزت والے بہت عطا فرمانے والے اللہ کی توفیق سے۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما روشن چمکدار چراغ اور خوشنما تابناک چاند پر اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ پر۔ (ت)

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیرِ اجتباء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوالِ ائمہ کرام سے ثابت، اکابر ائمہ و علماء فضلاء کہ آجکل کے مدعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ ان کے کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہیں، خلفاً، سلفاً، دائماً اپنی تصانیف میں اس معنٰی کی تصریح فرماتے آئے اور اس پر دلائل باہرہ و حجج قاہرہ قائم، جن پر مفتیِ عقل و قاضیِ نقل نے باہم اتفاق کرکے ان کی تاسیس و تشیید کی۔ آج تک کسی عالمِ دین سے اس کا انکار منقول نہ ہوا یہاں تک کہ وہ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے دین میں ابتداع اور نیا مذہب اختراع اور ہوائے نفس کا اتباع کیا اور بہ سبب اس شورہ زنجش کے جو اُن کے دلوں میں اُس رؤف و رحیم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے تھی، ان کے محو فضائل و ردِ معجزات کی فکر میں پڑے حتی کہ معجزہ شق القمر جو بخاری و مسلم کی احادیثِ صحیحہ بلکہ خود قرآنِ عظیم و وحیِ حکیم کی شہادتِ حقہ اور اہلِ سنت و جماعت کے اجماع سے ثابت، ان صاحبوں میں سے بعض جری بہادروں نے اِسے بھی غلط ٹھہرایا اور اسلام کی پیشانی پر کلف کا دھبہ لگایا۔ فقیر کو حیرت ہے کہ ان بزرگواروں نے اس میں اپنا کیا فائدہ دینی یا دنیاوی سمجھا ہے۔

اے عزیز! ایمان، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتشِ جاں سوزِ جہنم سے نجات اُن کی الفت پر منوط (منحصر ہے۔ ت)، جو اُن سے محبت نہیں رکھتا واللہ کہ ایمان کی بُو اُس کے مشام (ناک) تک نہ آئی، وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[1] — تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد، سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے اور جو بات اس کی خوبی اور تعریف کی سنتا ہے کیسی خوشی اور طیبِ خاطر سے اظہار کرتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام و سحر نفیِ اوصاف کی فکر میں رہنا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ جس کو تجھ سے اُلفت صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بہ جبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا جانِ ایمان و کانِ احسان، جس کے جمالِ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷
صحیح مسلم " باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " " " ۱/ ۴۹

جہاں آرار کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامہ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب وروز گریاں وملول۔

شب، کہ اللہ جل جلالہ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہورہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مست خوابِ ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت وآسائش کو چھوڑ، خواب وآرام سے منہ موڑ، جبینِ نیاز آستانہ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، درگزر فرما، اور ان کے تمام جسموں کو آتشِ دوزخ سے بچا۔

جب وہ جانِ راحت کانِ رافت پیدا ہوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور ربِّ ھَب لی اُمّتی فرمایا[1]، جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی[2] فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مَلِکِ قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری[3] کچھ جواب نہ پائیں گے، اس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہوکر یا رب امتی[4] فرمائیں گے۔ وائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح وستائش ونشرِ فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب، یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

---

[1]

[2]

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱

[4] " " " " " " "

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصّہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانئے اُس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اِس کی کفش بوسی کے جہنّم سے نجات میسّر، نہ دُنیا و عقبےٰ میں کہیں ٹھکانا متصوّر، پھر اگر اس کے حسن و احسان پر والہ و شیدا نہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملّت کے عقلاء سے پُوچھتا پھر کہ عُشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغ باغ ہو جانا، جامے میں پھُولا نہ سمانا یا رَدِّ محاسن، نفیِ کمالات اور اُن کے اوصافِ حمیدہ سے بر انکار و تکذیب پیش آنا، اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا و رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار و جبّار جل جلالہٗ سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا ورفعنالك ذكرك[1] یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پُورا نہ ہوگا، آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اَشجار و اَحجار، آہُو و سُوسمار و دیگر جاندار و اطفالِ شیرخوار و معبودانِ کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سُنائیں گے، چار اکنافِ عالم میں لا اله الا الله محمد رسول الله کا غلغلہ ہوگا، جُز اشقیائے ازل ہر ذرّہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا، مُسبّحانِ ملاءِ اعلیٰ کو اِدھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا، اُدھر تمہارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش و کُرسی، ہفت اوراقِ سدرہ، قصورِ جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اُس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

تمھاری مدح وستائش اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمھاری طرف جُھک جائیں اور نادیدہ تمھارے عشق کی شمع اُن کے کانوں، سینوں میں بھڑک اُٹھے گی۔ ایک عالَم اگر تمھارا دشمن ہوکر تمھاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے اُن کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اسی بلند آواز سے اُن کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اُٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے اُن کے محوِ فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور اُن کی خُوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس و ناامیدی کرلینا مناسب ہے ورنہ ربِّ کعبہ اُن کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تُو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

اے عزیز! سلفِ صالح کی روش اختیار کر اور اُن کے قدم پر قدم رکھ، ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم و قبول رہا ہے، جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کردیا اسے مرحبا کہہ لیا اور جیب جان میں بہ طیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اِس کی اصل نہ پائی، قصور اپنی نظر کا جانا، یہ نہ کہا کہ غلط ہے باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے، اور کیوں نہ ہو، مقتضٰی عقلِ سلیم کا یہی ہے کہ:

فائدہ جلیلہ: جب ہم اسے ثقہ معتمد علیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذاتِ پاکِ سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور سے ثابت، اور اُن کا رب اِس سے زیادہ پر قادر، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور اُن کی شان اس سے بھی ارفع و اعلٰی، پھر انکار کی وجہ کیا ہے، تکذیب میں تو اِس راوی سے ثقہ معتمد علیہ ہونا ثابت ہوچکا اور وثوق و اعتماد اس کا بتاتا ہے کہ اگر من عند نفسہٖ کہہ دیتا خدا اور رسول پر مفتری ہوتا' ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[1] اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ (ت)

ان وجوہ پر نظر کرکے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی، گو ہماری نظر میں نہ آئی۔ ہرچند کہ فقیر کا یہ دعوٰی اس شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہے جو خدمتِ حدیث وسِیَر میں رہا اور اس راہ میں وُشِ علماء

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

کو مشاہدہ کیا مگر ناواقفوں کے افہام اور منکروں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں:

اوّلاً جسمِ اقدس و لباسِ انفس پر مکھی نہ بیٹھنا۔ علامہ ابن سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے تصریح کی اس کا راوی معلوم نہ ہوا، اور باوجود اس کے بلانکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔

شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

وان الذباب کان لایقع علٰی جسدہٖ ولا ثیابہ[1]

مکھی آپ کے جسمِ اقدس اور لباسِ اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی خصائصِ کبرٰی میں فرماتے ہیں:

باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہٖ ان من خصائصہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الذباب، وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علٰی ثیابہ ذباب قط وزاد ان من خصائصہ ان القمل لم تکن یؤذیہ[2]

قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔ ابن سبع میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر کبھی بھی نہیں بیٹھی۔ اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملا علی قاری شرح شمائلِ ترمذی میں فرماتے ہیں:

ونقل الفخر الرازی ان الذباب کان لایقع علٰی ثیابہ وان البعوض لایمتص دمہ[3]

رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا، اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰی نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائجِ افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے اور بعض علمائے عجم نے اسی بناء پر کلمہ محمد رسول اللہ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہٰذا یہ کلمہ پاک کُلّی نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ شبیہ مکھیوں کے ہیں۔ پھر اسی مضمون پر دوسری

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذالک ما ظھر من الآیات عند مولدہٖ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۲۵

[2] الخصائص الکبرٰی باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہٖ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

[3]

عبارت :

عبارته برمته ، ومن دلائل نبوته صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الذباب کان لایقع علٰی ثیابہ ھذا مما قالہ ابن سبع الا انہم قالوا لایعلم من روی ھذہ والذباب واحدہ ذبابۃ قیل انہ سمی بہ لانہ کلما اذب آب ای کلما طرد رجع وھذا مما اکرمہ اللہ بہ لانہ طھرہ اللہ من جمیع الاقذار وھو مع استقذارہ قد یجیئ من مستقذر وقیل قد نقل مثلہا عن ولی اللہ العارف بہ الشیخ عبد القادر الکیلانی ولابعد فیہ لان معجزات الانبیاء قد تکون کرامۃ لاولیاء امتہ وفی رباعیۃ لی ؎

من اکرم مرسل عظیم حلا
لم تدن ذبابۃ اذا ما حلا
ھذا عجب ولم یذق ذو نظر
فی الموجودات من حلاوۃ احلا

وتظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول اللہ لیس فیہ حرف منقوط لان الموجود ان النقط تشبہ الذباب فصین اسمہ ونعتہ کما قلت فی مدحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؎

لقد ذب الذباب فلیس یعلو
رسول اللہ محمودا محمد

ان کی مکمل عبارت یہ ہے ، آپ کے دلائل نبوت سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ کے نہ تو ظاہری جسم پر بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر ، یہ ابن سبع نے کہا ۔ محدثین نے کہا کہ اس کا راوی معلوم نہیں ۔ ذباب کا واحد ذبابۃٌ ہے ۔ کہتے ہیں اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کو جب بھی بھگایا جاتا ہے واپس آجاتی ہے ۔ یہ کرامت آپ کو اس لئے عطا ہوئی کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا ۔ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بطور کرامت ولی کے ہاتھ سے سرزد ہوجاتی ہے اور میں (خفاجی) نے ایک رباعی کہی ہے :

"آپ بزرگ ترین ، عظیم ، مٹھاس والے رسول ہیں ، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی مٹھاس کے باوجود مکھی آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحب نظر نے موجودات میں آپ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی۔"

اور بعض علماء عجم نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اس لئے کہ نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے ، عیب سے بچانے کے لئے اور آپ کی تعریف کے لئے میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے :

"بلا شبہ اللہ نے مکھیوں کو آپ سے دور کردیا تو

ونقط الحروف یحکیہ بشکل
لذاك الخط عنہ قد تجرد[1]

آپ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کے رسول محمود و محمد ہیں اور حروف کے نقطے جو شکل میں مکھی کی طرح ہیں ان سے بھی اللہ نے اس لئے آپ کو محفوظ رکھا۔"

ثانیاً ابنِ سبع نے حضور کے خصائص میں کہا جُوں آپ کو ایذا نہ دیتی۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اسی طرح ابن سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا کما مرّ (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت) اور مُلّا علی قاری شرحِ شمائل میں فرماتے ہیں:

ومن خواصہ ان ثوبہ لم یقمل[2]

آپ کے مبارک کپڑوں میں جُوئیں نہیں ہوتی تھیں۔ (ت)

ثالثاً ابنِ سبع نے فرمایا جس جانور پر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں:

باب، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کل دابۃ رکبہا بقیت علی القدر الذی کانت علیہ ولم تھرم ببرکتہ[3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابنِ سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ کی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اکابر اعیان مائۃِ ثالثہ سے ہیں حضرتِ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے تھے ویسا ہی تاریکی میں۔ اس حدیث کو بیہقی نے موصولاً مسنداً روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابنِ بشکوال وعقیلی وابن جوزی وسہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی، یہاں تک کہ ذہبی نے تو میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا۔ برایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں جیسا بقی بن مخلد وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے۔

وھذا نصہ ملتقطا وحکی بقی ابن مخلد ابوعبدالرحمٰن مولدہ فی رمضان

اس کی عبارت بالاختصار یہ ہے، بقی بن مخلد ابوعبدالرحمٰن قرطبی جن کی ولادت رمضان المبارک

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذٰلک ما ظہر من الآیات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۸۲

[2]

[3] الخصائص الکبرٰی قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۶۴

سنۃ احدی ومائتین و توفی سنۃ ست وسبعین ومائتین عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یری فی الظلمۃ کما یری فی الضوء وفی روایۃ کما یری فی النور ولاشک انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کامل الخلقۃ قوی الحواس فوقوع مثل ھذا منہ غیر بعید وقد رواہ الثقات کابن مخلد ھذا فلاوجہ لانکارہ[1]

۲۰۱ھ اور وصال ۲۷۶ھ میں ہے، نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کامل الخلقۃ، قوی الحواس تھے تو آپ سے اس کیفیت کا وقوع بعید نہیں، پھر اس کو ابن مخلد جیسے ثقات نے روایت کیا ہے لہذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

خامسًا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ باوجود حدیث کے شدید الضعف وغیر متمسک ہونے کے احیاء والدین، وسعتِ قدرت وعظمتِ شان رسالت پناہی پر نظر کرکے گردنِ تسلیم جھکائی اور سوا سلّمنا وصدّقنا کچھ بن نہ آئی۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبۂ حجون پر گزر ہوا حضور اشکبار و رنجیدہ و مغموم ہوئے، پھر تشریف لے گئے، جب لوٹ کر آئے چہرہ بشاش تھا اور لب تبسم ریز، میں نے سبب پوچھا، فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا اور خدا سے عرض کیا کہ انھیں زندہ کردے، وہ قبول ہوئی، اور وہ زندہ ہو کر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔

اخرج الخطیب عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر بی علی عقبۃ الحجون وھو باک حزین مغتم ثم ذھب وعاد وھو فرح متبسم فسألتہ فقال ذھبت الی قبر امی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمارے ہمراہ حج کیا، جب عقبۂ حجون پر پہنچے تو رو رہے تھے اور غمگین تھے، پھر آپ کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو مسرور تھے اور تبسم فرمارہے تھے۔ فرماتی ہیں میں نے سبب دریافت

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل اما وفور عقلہ الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۲

فسألت الله ان یحییها فاٰمنت بی وردّھا الله[1]

گیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا، اس نے ان کو زندہ کیا، وہ ایمان لائیں اور پھر انتقال فرماگئیں۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں، اس کی سند میں مجاہیل ہیں اور سہیل نے ام المومنین سے احیائے والدین ذکر کرکے کہا، اس کے اسناد میں مجہولین ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض۔

ففی مجمع بحار الانوار روح احیاء ابوی النبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم حتی اٰمنا بہ، قال فی اسنادہ مجاھیل وانہ حدیث منکر جدا یعارضہ ما ثبت فی الصحیح[2]

مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں اور یہ حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض ہے۔

بایں ہمہ اسی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

فی المقاصد الحسنۃ وما احسن ما قال ؎

حبا الله النبی مزید فضل
علٰی فضل وکان بہ رؤوفا
فاحیٰی امہ وکذا اباہ
لایمان بہ فضلا لطیفا
نسلّم فالقدیم بذا قدیر
وان کان الحدیث بہ ضعیفا[3]

حاصل یہ کہ مقاصد میں ہے اور کیا خوب کہا، خدا نے نبی کو فضل پر فضل زیادہ عطا فرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس اُن کے والدین کو ان پر ایمان لانے کے لئے زندہ کیا اپنے فضلِ لطیف سے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنٰی میں وارد ہوئی، ضعیف ہے۔

اے عزیز! سُنا تُو نے، یہ ہے طریقہ اراکینِ دینِ متین و اساطینِ شرعِ متین، رسول اللہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخطیب باب ما وقع فی حجۃ الوداع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/۴۰

[2] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین لبعض الاحادیث المشھورۃ الخ مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/۲۳۶

[3] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت میں، نہ یہ کہ جو معجزہ وخاصہ حضور کا احادیث صحیحہ سے ثابت اور اکابر علماء برابر اپنی تصانیفِ معتبرہ مستندہ میں، جن کا اعتبار واِستناد آفتابِ نیمروز سے روشن تر ہے، بلانکیر ومنکر اس کی تصریح کرتے آئے ہوں اور اس کے ساتھ عقلِ سلیم نے ان پر وُہ دلائل ساطعہ قائم کئے ہوں جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے، بایں ہمہ اِس سے انکار کیجئے اور حقِ ثابت کے رَدّ پر اصرار، حالانکہ نہ ان حدیثوں میں کوئی سقمِ مقبول وجرحِ معقول مے وارد، نہ اِن ائمہ کے مستند بادلائل معتمد ہونے میں کلام کر سکو، پھر اس مکابرہ کج بحثی اور تحکم وزبردستی کا کیا علاج، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات۔

آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمھارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے مُنہ سے کہہ دینا، اگر بلفرضِ محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہُوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اِس کی تصریح فرمائی انھیں بھی قابلِ اعتماد نہ مانو اور جو دلائل قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالح التفات نہ کیے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجود سایہ کا کس بناء پر، اگر کوئی حدیث اِس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمھیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، مجرد مادُمن پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(مٹی کو عالمِ پاک سے کیا نسبت۔ت)

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ اَلطف، وہ خود فرماتے ہیں، لست کمثلکم "میں تم جیسا نہیں" رواہ الشیخان[1] (اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ت)، ویروی لست کھیئتکم[2] "میں تمھاری ہیئت پر نہیں" ویروی ایکم مثلی[3] "تم میں کون مجھ جیسا ہے؟"

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " ۱/ ۲۶۳ و ۲۶۴
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲

[3] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " ۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/ ۳۵۱

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سُنا: آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں کہ اگر سمجھے تو وہ نورٌ علیٰ نور ہیں، پھر اس خیالِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا تو ثبوت سایہ کا قائل ہونا عقل و ایمان سے کس درجہ دُور پڑتا ہے ؎

محمد بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر[1]

(محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے بشر ہیں جن جیسا کوئی بشر نہیں، بلکہ وہ پتھروں کے درمیان یاقوت ہیں۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

القائے جواب: ایقاظ دفع بعض اوہام و امراض میں، اس مقام پر باوجودیکہ قلب بحمد اللہ غایت اطمینان و تسلیم پر تھا مگر مرتبہ کاوش و تنقیح میں بوسوسہ ایک خدشہ ذہنِ ناقص میں گزرا تھا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے اپنے کرمِ عمیم سے فقیر کو اس کا جواب القاء فرمایا جس سے تصور کو نور اور دلِ منتظر کو سرور حاصل ہوا۔

الحمد للہ علٰی ما اولٰی والصلٰوۃ والسلام علٰی ھٰذا المولٰی۔ (سب تعریفیں اللہ کے لئے جو تعریفوں کے لائق ہے اور درود و سلام آقائے دوجہاں پر۔)

فاقول وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

مقدمہ اولٰی: احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حضورِ رسالت میں نہایت ادب و وقار سے سر جھکائے آنکھیں نیچی کئے بیٹھے، رعبِ جلالِ سلطانی اُن کے قلوبِ صافیہ پر ایسا مستولی ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔

خ عن مسور بن مخرمۃ و مروان ابن الحکم فی حدیث طویل فی قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ماتنخم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرھم

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل قصے میں ذکر کرتے ہیں کہ عروہ اصحابِ نبی کو گھور رہا تھا، اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی ناک سُنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی اور اُس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی، جب آپ نے حکم دیا تو اُنھوں نے ماننے میں جلدی کی، جب آپ وضو

[1] افضل الصلوٰۃ علٰی سید السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۵۰

ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیماً لہ فرجع عروۃ الی اصحابہ فقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک قیصر و کسری والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

فرماتے تو وہ وضو کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہوجاتے، اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازیں پست کرلیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نگاہ نہ کرپاتے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا میں قیصر وکسرٰی ونجاشی کے درباروں میں آیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد کی ان کے صحابی کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر اکابر صحابہ سے حدیثیں وارد ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے" بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ت) بلکہ اس معنی میں کسی حدیث کے وُرود کی بھی حاجت کیا تھی، عقلِ سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ ادنٰی ادنٰی نوابوں اور والیوں کے حاضرینِ دربار اُن کے ساتھ کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے تجاوز نہیں کرتی، بیٹھے ہیں تو زانو سے آگے قدم نہیں رکھتے، خود اس حاکم سے نگاہ چار نہیں کرتے، پس وپیش یا دائیں بائیں دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو صحابہ کرام کے ادب سے کیا نسبت، ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ گراں تھا اور دربارِ اقدس کی حاضری ان کے نزدیک ملک السمٰوٰت والارض کا سامنا اور کیوں نہ ہوتا کہ خود قرآنِ عزیز نے انھیں صدہا جگہ کان کھول کھول کر سُنا دیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب کا معاملہ واحد ہے' اس کا مطیع ہمارا فرمانبردار اور اس کا عاصی ہمارا گنہگار، ان سے اُلفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے عداوت، ان کی تکریم ہماری تعظیم اور اُن کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہذا جب ملازمتِ والا حاصل ہوتی قلب اُن کے خوفِ خدا سے ممتلی اور گردنیں خم اور آنکھیں نیچی اور آوازیں پست اور اعضاء ساکن ہوجاتے۔ ایسی حالت میں نظر این وآں کی طرف کب ہوسکتی ہے جو سایہ کے عدم یا وجود کی طرف خیال جائے اور بالضرور ایسے سراپا ادب، ہمہ تن تعظیم لوگوں کی نگاہ اپنے عرش پائے گاہ کی طرف بے غرض مہم نہ ہوگی، اس حالت میں نفس کو اس مقصود کی طرف توجہ ہوگی، مثلاً نظارہ جمال

---

[1] صحیح البخاری باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۹
الخصائص الکبرٰی باب ماوقع عام الحدیبیۃ من الآیات والمعجزات مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات ہند ۱/ ۲۴۰ و ۲۴۱

باکمال یا حضور کا مطالعہ افعال و اعمال، تاکہ خود ان کا اتباع کریں اور غائبین تک روایت پہنچائیں کہ
کہ وُہ حاملانِ شریعت تھے اور راویانِ ملت اور حاضری دربار اقدس سے ان کی غرض اعظم یہی تھی، جب نگاہ
اس رُعب وہیبت اور اس ضرورت وحاجت کے ساتھ اُٹھے تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں اِدھر اُدھر
دھیان نہیں جائے گا کہ قامتِ اقدس کا سایہ ہمیں نظر نہ آیا، آخر نہ سُنا کہ ایک اُن کا نماز میں مصروف ہوتا
تکبیر کے ساتھ دونوں جہان سے ہاتھ اٹھاتا، کوئی چیز سامنے گزرے اطلاع نہ ہوتی، اور کیسا ہی شور وغوغا ہو
کان تک آواز نہ جاتی یہاں تک کہ مسلم بن یسار کہ تابعین میں ہیں نماز پڑھتے تھے، مسجد کا ستون گر پڑا،
لوگ جمع ہوئے، شور وغوغا ہُوا، انھیں مطلق خبر نہ ہوئی، یہی حالت صحابہ کی حضورِ رسالت میں تھی اور دربارِ
نبوت میں بارگاہ عزت باری۔

اے عزیز! زیادہ خوض بیکار ہے، تُو اپنے ہی نفس کی طرف رجوع کر، اگر کسی مقام پر عالم رعب و
ہیبت میں تیرا گزر ہوا ہو، وہاں جو کچھ پیش نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طور پر ادراک کامل نہیں کرسکتا، نہ امر
معدوم کی طرف خیال کیا جائے کہ مثلاً اگر تجھے کسی والیِ ملک سے ایسی ضرورت پیش آئے جس کی فکر تجھے
دُنیا و مافیہا پر مقدم ہو اور اس کے دربار تک رسائی کرکے اپنا عرضِ حال کرے تو تجھے اول تو رُعبِ سُلطانی
دوسرے اپنی اس ضرورت کی طرف قلب کو نگرانی ہر چیز کی طرف توجہ سے مانع ہوں گے۔ پھر اگر تو واپس
آئے اور تجھ سے سوال ہو وہاں دیواروں میں سنگِ موسٰی تھا یا سنگِ مرمر اور تخت کے پائے سیمیں تھے
یا زریں اور مسند کا رنگ سبز تھا یا سُرخ؟ ہرگز ایک بات کا جواب نہ دے سکے گا بلکہ خود اسی بات کو
پُوچھا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہ تھا، تو اگرچہ اس قیاس پر کہ سب آدمیوں کے لئے ظل ہے، ہاں
کہہ دے مگر اپنے معائنے سے جواب نہ دے سکے گا۔

صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو اوّل روزِ ملازمت سے تاآخرِ حیات جو کیفیت رعب و
ہیبت کی طاری رہی، ہماری عقولِ ناقصہ اس کی مقدار کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، پھر ان کی نظر اوپر اٹھ سکتی
اور چپ وراست دیکھ سکتی کہ سائے کے عدم یا وجود پر اطلاع ہوتی۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) اپنے نفس پر قیاس کرکے گمان نہ کرنا چاہیے کہ بعد
مرورِ زمان وتکررِ حضور کے، ان کی اس حالت میں کمی ہوجاتی بلکہ بالیقین روز بروز زیادہ ہوتی کہ باعث
اس پر دو امر ہیں، ایک خوف کہ اس عظمت کے تصور سے پیدا ہو جو اس سلطانِ دوعالم کو بارگاہِ ملک

لہ

السمٰوٰت والارض جل جلالہ میں حاصل ہے۔ دوسری محبتِ ایمانی کہ مستلزم خشوع کو اور منافیٔ جرأت و بیباکی، اور یہ ظاہر کہ جس قدر دربارِ والا میں حضوری زائد ہوتی۔

یہ دونوں امر اس پر باعث ہیں بڑھتے جاتے، حضور کے اخلاق وعادات اور رحمت والطاف معائنے میں آتے، حسن واحسان کے جلوے ہر دم لطفِ تازہ دکھاتے، قرآن آنکھوں کے سامنے نازل ہوتا اور طرح طرح سے اس بارگاہ کے آداب سکھاتا اور ظاہر فرماتا کہ،

آدابِ بارگاہ: ہمارا ان کا معاملہ واحد ہے، جو اُن کا غلام ہے ہمارا قائد ہے، اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل حبط ہو جاتے ہیں، انھیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں، اپنے جان و دل کا انھیں مالک جانو، ان کے حضور زندہ بدست مردہ ہو جاؤ، ہمارا ذکر اُن کی یاد کے ساتھ ہے، اُن کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے، ان کی رحمت ہماری مہر، ان کا غضب ہمارا قہر، جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی حضور کی عظمت و محبت ترقی پاتی اور وہ حال مذکور یعنی خشوع وخضوع ورعب، ہیبت روز افزوں کرتی قال تعالٰی زادتھم ایمانا[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آیات ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔ ت) اور ایمان حضور کی تعظیم و محبت کا نام ہے، کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

مقدمہ ثانیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ ظاہر کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کے درپے تفتیش نہیں ہوتا اور جو بات عام وشامل ہوتی ہے اور تمام آدمی اس میں یکساں کسی شخص خاص میں بالقصد اسکی طرف غور نہیں کرتا مثلاً ہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک امر عام ہے لہذا بلا سبب کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس مقصدِ خاص سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے سُن رکھا ہو کہ زید کی انگلیاں چار ہیں یا چھ تو اس صورت میں البتہ بقصدِ مذکور نظر کی جائے گی۔ اسی طرح سایہ ایک امرِ عام شامل ہے، اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہیں تو البتہ بیشک خیال جانے کی بات تھی کہ دیکھیں حضور کے بھی سایہ ہے یا نہیں، نہ اس سے کوئی امر دینی مثل اتباع واقتدار کے متعلق تھا کہ اس کے خیال سے بالقصد اس طرف لحاظ کیا جاتا۔ ہاں ایسی صورت میں ادراک کا طریقہ یہ ہے کہ بے قصد وتوجہ خاص نظر پڑ جائے اور وہ صورت بعد تکرر مشاہدہ ذہن میں منقش اور مثل مرئیات قصدیہ کے خزانۂ خیال میں مخزون ہو جائے، مثلاً زید کہ ہمارا دوست ہے، ہم اپنے مشاہدے کی رُو سے بتا سکتے ہیں کہ اس کے ہر ہاتھ کی انگلیاں پانچ ہیں اگرچہ ہم نے کبھی اس قصد سے اس کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا ہے مگر ہم نے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۴

ہاتھوں کو بار ہا دیکھا ہے، وہ صورت خزانہ میں محفوظ ہے، نفس اسے اپنے حضور حاضر کرکے بتاسکتا ہے لیکن ہم مقدمہ اولٰی میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ طریقہ ادراک وہاں معدوم تھا کہ رعب وہیبت اور امورِ مہمّہ کی طرف توجہ اور حضور کے استماعِ اقوال ومطالعہ افعال ہمہ تن صرف ہمت اور نگاہ کا بسبب غایت ادب وخوفِ الٰہی کے اپنے زانو وپشتِ پا سے تجاوز نہ کرنا اس ادراک بلا قصد سے مانع قوی تھا علی الخصوص کسی شے کا عدم کہ وہ تو کوئی امر محسوس نہیں جس پر بے ارادہ بھی نگاہ پڑجائے اور نفس اسے یاد رکھے، یہاں تو جب تک خیال نہ کیا جائے علم عدم حاصل نہ ہوگا، آدمی جب ایسے مقام رعب وہیبت اور قلب کی مشغولی ومشغوفی میں ہوتا ہے تو کسی چیز کی عدم رؤیت سے اس کے عدم پر استدلال نہیں کرتا اور جب اذہان میں بناء برعادت اس کا عموم وشمول متمکن ہوتا ہے تو برخلافِ عادت اس کے معدوم ہونے کی طرف خیال نہیں جاتا بلکہ اس سے اگر تفتیش کی جائے اور اس امر کی طرف خیال دلایا جائے تو خواہ مخواہ اس کا گمان اس طرف مُسارعت کرتا ہے کہ جب یہ امر عام ہے تو ظاہراً یہاں بھی ہوگا۔ میرا نہ دیکھنا کچھ نہ ہونے پر دلیل نہیں، میری نظر میں نہ آنا اس وجہ سے تھا کہ اول میری نگاہ اِدھر اُدھر نہ اُٹھتی تھی اور جو اُٹھی بھی تو ہزار رعب، ہیبت اور نفس کے امورِ دیگر کی طرف صَرفِ ہمت کے ساتھ ایسی حالت میں کیسے کہہ سکوں گا کہ تھا یا نہ تھا۔

ثمّ اقول یہ کیفیت تو اس وقت کی تھی جب صحابہ کرام حضور سے ملاقی ہوتے اور جو ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوتے تو وہاں باوجود ان وجوہ کے ایک وجہ اور بھی تھی کہ غالب اوقات صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور ان کے پیچھے چلتے۔

ترمذی نے شمائل کی حدیثِ طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا یسوق اصحابہ[1] یعنی حضور والا صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

مارأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطأ عقبہ رجلان[2]

حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلے ہوں۔

---

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۵

سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲

جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمشون امامہ ویکون ظھرہ للملٰئکۃ۔[1]

اصحاب، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشتِ اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے۔

دارمی نے بہ اسنادِ صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خلوا ظھری للملٰئکۃ۔[2]

میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو۔

بالجملہ ہماری اس تقریر سے جو بالکل وجدانیات پر مشتمل ہے، کوئی شخص اگر مکابرہ نہ کرے، بالیقین اس کا دل ان سب کیفیات کے صدق پر گواہی دے، بخوبی ظاہر ہوگیا کہ ظاہراً اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف نہ گیا اور اس معجزے کی انھیں اطلاع نہ ہوئی اور اگر برسبیلِ تنزل ثابت ومبرہن ہوجانا نہ مانئے تو ان تقریروں کی بناء پر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ اطلاع کا احتمال قوی ہے، قوت بھی جانے دو اتنا ہی سہی کہ شک واقع ہوگیا، پھر یہی استدلال سُن کر کہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حدیثِ ستونِ حنانہ مشہور ومستفیض ہوتا، کب باقی رہا، خصم کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے عدمِ شہرت بسبب عدمِ اطلاع کے ہو کما ذکرنا وباللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہا۔ ت)

مقدمہ ثالثہ: ہماری تنقیح سابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے پر اطلاع نہ ہو اور کوئی اِسے روایت نہ کرے، صغیر السن بچوں کو بعض اوقات اِس قسم کی جراتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اُسی طریقہ سے جو ہم نے مقدمہ ثانیہ میں ذکر کیا ادراک کرسکتے ہیں، اسی سبب سے اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مشتہر ہوئیں نہ کہ اکابر صحابہ سے۔

ترجمہ ابن ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

وکان ربیب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخا الفاطمۃ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) وخال

ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زیرسایہ پرورش پانے والے تھے۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۰۲
موارد الظمآن کتاب علامات نبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۰۹۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۱۵
[2] سنن الدارمی تحت الحدیث ۴۶ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۲۹

الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم فکان لصغرہ یتشبع من النظر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویدیم النظر لوجھہ الکریم لکونہ عندہ داخل بیتہ فلذا اشتھر وصف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عنہ دون غیرہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فانھم لکبرھم کانوایھابون اطالۃ النظر الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاحاط بہ نظرہ احاطۃ الھالۃ بالبدر والاکمام بالثمر ھنیئا لہ مع ان ما قالہ قطرۃ من بحر[1]

کے بھائی (اخیافی) اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ماموں تھے۔ آپ صغر سنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سیر ہو کر دیکھتے اور چہرۂ اقدس پر ہمیشہ نگاہ ٹکائے رکھتے کیونکہ آپ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپ کے گھر میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حلیہ رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصف ہند بن ابی ہالہ سے مشتہر ہوا نہ کہ اکابر صحابہ سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ کیونکہ صحابۂ کبار شان وعظمتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیبت کے باعث آپ پر نظریں نہیں ٹکا سکتے تھے۔ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نظر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں احاطہ کرتی تھی جیسا کہ ہالہ چودھویں کے چاند کا اور کلیاں کھجوروں کا احاطہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ سعادت مبارک ہو۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر سے ایک قطرہ۔ (ت)

اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما زمانۂ نبوت میں صغیر السن تھے اور ان کا شمار بہ اعتبارِ عمر اصاغر صحابہ میں ہے اگرچہ بہ برکت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم وفقاہت میں اکثر شیوخ صحابہ پر مقدم تھے ؎

وعلٰی تفنن عاشقیہ بوصفہ　　یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف[2]

(قسم قسم کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے عاشقوں کو زمانے ختم ہو گئے مگر اس میں وہ خوبیاں ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکا۔ ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] و [2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۳۲۶

مقدمۂ رابعہ: صحابہ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنھیں طولِ صحبت نصیب نہ ہوا اور بہت ایسے ہیں جنھوں نے سوائے مجامعِ عظیم کے شرفِ زیارت نہ پایا۔ غیر مدینہ کے گروہ کے گروہ حاضر ہوتے اور عرصۂ قلیلہ میں واپس جاتے، ایسی صورت اور مجمع کی کثرت میں موقع سایہ پر نظر اور اس کے ساتھ عدمِ سایہ کی طرف خیال جانا کیا ضرور۔ ظاہر ہے کہ مجمع میں سایہ ایک کا دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی شخص خاص کی نسبت امتیاز کرنا کہ اس کے لئے ظل ہے یا نہیں، دشوار ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ کس نے واجب کیا کہ ان اوقات پر حضور والا دھوپ یا چاندنی میں جلوہ فرما ہوں، کیا مدینہ طیبہ میں سایہ دار مکان نہ تھے یا مسجد شریف کہ اکثر وہیں تشریف رکھتے بے سقف تھی۔

احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابۂ کرام حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملا تو کپڑے وغیرہ کا سایہ کر لیا جیسا کہ روزِ قدومِ مدینہ طیبہ سیدنا ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور قبل از بعثت تو ابر سایہ کے لئے متعین تھا ہی، جب چلتے ساتھ چلتا اور جب ٹھہرتے ٹھہر جاتا، اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور اُن کے غلام میسرہ نے فرشتوں کو سرِ اقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفرِ شام میں آپ کسی حاجت کو تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور دھوپ میں بیٹھ گئے سایہ حضور پر جھک گیا۔ بحیرا عالم نصارٰی نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔ اور بعض اسفار میں ایک درخت خشک و بے برگ کے نیچے جلوس فرمایا، فوراً زمین حضور کے گرد کی سبزہ زار ہوگئی اور پیڑ ہرا ہو گیا، شاخیں اسی ساعت بڑھ گئیں اور اپنی کمال بلندی کو پہنچ کر سائے کے لئے حضور پر لٹک آئیں۔ چنانچہ یہ سب حدیثیں کتبِ سیر میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

اب نہ رہے مگر وہ لوگ جنھیں طولِ صحبت روزی ہوا اور حضور کو آفتاب یا ماہتاب یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی کم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسمِ انور ہمسائیگی سایہ سے دُور ہے، اور ظاہر ہے کہ ان سب کا احساس و انکشاف جن لوگوں کے لئے ہوا ہے وہ بہت کم ہیں، جن کے واسطے نہ ہوا پھر اس طائفۂ قلیلہ سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص یا اکثر اس معجزے کو روایت کرے، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مجرد خرقِ عادت باعث توفرِ دواعی و نقلِ جمیع اکثر حاضرین ہے۔

خادمِ حدیث پر کالشمس فی نصف النہار روشن کہ صدہا معجزاتِ قاہرہ حضور سے غزوات و اسفار و مجامعِ عامّہ میں واقع ہوئے کہ سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے اُن پر اطلاع پائی مگر اُن کی ہم تک نقل صرف احاد سے پہنچی۔

واقعۂ حدیبیہ میں انگشتانِ اقدس سے پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا

علی اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور بقیہ توشہ کو جمع کرکے دُعا فرمانا اور اس سے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اسی قدر باقی بچ رہنا ایسے معجزات میں ہیں اور بالضرور چودہ پندرہ سو آدمی سب کے سامنے اس کا وقوع ہوا اور سب نے اس پر اطلاع پائی مگر ان میں سے چودہ نے بھی اسے روایت نہ فرمایا۔

فقیر نے کتب حاضرۂ احادیث خصوصًا وہ کتابیں سِیَر و فضائل کی جن کا موضوع ہی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہے مانند شفائے قاضی عیاض و شرح خفاجی و مواہبِ لدنیہ و شرح زرقانی و مدارج النبوۃ و خصائص کُبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہا مطالعہ کیں، پانچ سے زیادہ راوی اس واقعے کے نہ پائے۔ اسی طرح رَدِّ شمس یعنی غروب ہوکر سورج کا لوٹ آنا اور مغرب سے عصر کا وقت ہوجانا جو غزوۂ خیبر میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے واقع ہوا، کیسی عجیب بات ہے کہ عدم ظل کو اس سے اصلًا نسبت نہیں اور اس کا وقوع بھی ایک غزوہ میں ہُوا کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ت) اور تعداد لشکر خیبر کی سولہ سو، بالضرور یہ سب حضرات اس پر گواہ ہونگے کہ ہر نمازی مسلمان خصوصًا صحابۂ کرام کو بغرض نماز آفتاب کے طلوع و غروب زوال کی طرف لاجرم نظر ہوتی ہے۔

توریت میں وصف اس اُمّتِ مرحوم کا رعاۃ الشمس کے ساتھ وارد ہوا کما رواہ ابونعیم عن کعب الاحبار عن سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام (جیسا کہ اس کو ابونعیم نے بحوالہ کعب احبار سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔ ت) یعنی آفتاب کے نگہبان کہ اس کے تبدل احوال اور شروق واُفول و زوال کے جویاں و خبر گراں رہتے تھے، جب آفتاب نے غروب کیا ہوگا بالضرور تمام لشکر نے نماز کا تہیّہ کیا ہوگا، دفعۃً شام سے دن ہوگیا اور خورشید اُلٹے پاؤں آیا، کیا ایسے عجیب واقعہ کو دریافت نہ کیا اور نہ معلوم ہُوا ہوگا کہ اس کے حکم سے لوٹا ہے جسے قادرِ مطلق کی نیابتِ مطلقہ اور عالمِ علوی میں دستِ بالا حاصل ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) لیکن اس کے سوا اگر کسی صاحب کو معلوم ہو کہ اتنی بڑی جماعت سے دوچار آدمیوں نے اور بھی اس معجزے کو روایت کیا تو نشان دیں۔

بالجملہ یہ حدیث واہیہ ہے جس کی بناء پر ہم عقل و نقل و اتباعِ حدیث و علماء کو ترک نہیں کرسکتے، کیا یہ اکابر اس قدر نہ سمجھتے تھے یا انھوں نے دیدہ و دانستہ خدا اور رسول پر افترا گوارا کیا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، بلکہ جب ایک راوی اس حدیث عدمِ ظل کے ذکوان ہیں اور وُہ خود ابوصالح سمان زیات ہوں یا ابوعمرو مدنی مولائے صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تردد فیہ الزرقانی (اس میں زرقانی نے تردّد کیا۔ ت) بہر تقدیر تابعی ثقہ معتمد علیہ ہیں کما ذکرا ایضا و ...... اور تابعین و علماء ثقات

اہلِ ورع واحتیاط سے مظنون یہی ہے کہ غالب حدیث کو مرسلاً اُسی وقت ذکر کریں گے جب انھیں شیوخ و صحابہ کثیرین سے اسے سُن کر مرتبۂ قُرب ویقین حاصل کرلیا ہو۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ در صورت اسناد صدق وکذب سے اپنے آپ کو غرض نہ رہی۔ جب ہم نے کلام کو اس کی طرف نسبت کردیا جس سے سُنا ہے تو ہم بری الذمہ ہوگئے بخلاف اس کے کہ اس کا ذکر ترک کریں اور خود لکھیں رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا، ایسا فرمایا، اس صورت میں بار اپنے سر پر رہا تو عالم ثقہ، متورع، محتاط، بے کثرتِ سماع واطمینان کلّی قلب کے ایسی بات سے دُور رہے گا۔ اس طور پر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ ہونا بہت صحابہ نے دیکھا اور ان سب سے ذکوان کو سماع حاصل ہوا اگرچہ اُن کی روایات ہم تک نہ پہنچیں۔

هكذا ينبغي ان يفهم المقام وينقح المرام، والله ولى الفضل والتوفيق والانعام، هذا وقد بقى بعد خبايا فى زوايا الكلام لعلها يفوزبها فكر وهذا كله وقد وجد مما الهمنى ربى بفضل منه ونعمة لايجد من قلبى ان ربى لذو فضل عظيم انه هو الرؤف الرحيم ولاحول ولا قوة الّا بالله العزيز الحكيم وظنى انى بحمد ربى الجليل قد اثبت فى المسئلة مايشفى العليل ويروى الغليل ولا يخل بالكثير ولا بالقليل، والله يقول الحق وهو يهدى السبيل انه حسبى ونعم الوكيل اسأله ان يجنبنى بها و

اسی طرح چاہیے مقام کی تفہیم اور مقصد کی تنقیح۔ اللہ تعالےٰ ہی فضل وتوفیق اور انعام کا مالک ہے تحقیق ابھی کچھ پوشیدگیاں کلام کے گوشوں میں باقی ہیں۔ امید ہے کہ فکر صائب ان تک رسائی حاصل کرلے گی۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا میرے رب نے اپنے فضل ونعمت سے میرے دل میں ڈالا ہے یہ میرے دل کی تخلیق نہیں ہے۔ بیشک میرا رب بڑے فضل والا ہے اور وہ رؤف ورحیم ہے۔ عزت وحکمت والے اللہ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ میرا گمان ہے کہ میں نے اپنے ربِ جلیل کی حمد سے مسئلہ مذکورہ میں وُہ کچھ ثابت کردیا ہے جو بیمار کو شفا دے گا اور پیاسے کو سیراب کرے گا اور قلت وکثرت کے ساتھ مخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور راہِ راست کی ہدایت فرماتا ہے بیشک وُہ میرے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور

کل من زل زلة و یجعلها ظلا ظلیلا علٰی رؤسنا یوم لا ظل الا ظله وان یصلی علٰی ابھٰی اقمار الرسالة و ابھرھا و اسنٰی شموس الکرامة و انوارھا الذی لم یکن له ظل فی شمس و لا قمر و فدیات وصله وعلٰی صحبه و اٰله متظللین باذیاله والداعین الٰی نعم اظلاله وعلینا معھم اجمعین برحمة انه رؤف رحیم واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین۔

ہر لغزش کرنے والے کو اس کی برکت سے لغزش سے بچائے اور اسے ہمارے سروں پر گھرا سایہ بنائے جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے روشن ترین ماہتابِ رسالت پر اور سب سے زیادہ چمکدار آفتابِ کرامت اور اس کے انوار پر جس کا سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں، اور آپ کے صحابہ و آل پر جو آپ کے دامنِ رحمت کے سایہ میں ہیں اور آپ کے سایۂ رحمت کی نعمتوں کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اور اُن کے ساتھ ہم سب پر رؤف و رحیم کی رحمت سے۔ (ت)

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

ختم ہوا